© rasailojaraid.com

محمد اسحاق بھٹی

میاں محمد شفیع (م۔ش) کی وفات

یکم اور ۲ دسمبر ۱۹۹۴ء کی درمیانی شب کو میاں محمد شفیع (م۔ش) نے وفات پائی۔ وہ پاکستان کے مشہور اخبار نویس اور معروف کالم نگار تھے۔ تقریباً ۸۰ سال کی عمر کو پہنچ گئے تھے۔ اور کچھ عرصہ پیشتر تک ان کی صحت بہت اچھی تھی۔ گذشتہ چند مہینوں سے انھیں بعض عوارض لاحق ہو گئے تھے، جن کا علاج وہ کرا رہے تھے، مگر علاج کے ساتھ ساتھ موت کا وقت بھی قریب آرہا تھا، جس نے بالآخر ان کو اپنی گرفت میں لے لیا اور وہ موت کی وادی میں پہنچ گئے۔

میاں محمد شفیع بڑے متحرک اور تیز آدمی تھے۔ انھوں نے بڑی دنیا دیکھی تھی اور بے شمار اہم شخصیتوں سے ان کے روابط رہے تھے۔ وہ پکے مسلم لیگی اور مخلص ترین پاکستانی تھے۔ ان کا شمار قبل از آزادی کے ان طلبا میں ہوتا ہے جنھوں نے ۱۹۳۶ء کے لگ بھگ مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے نام سے کالجوں کے طلبا کی تنظیم قائم کی تھی، جس کے ذریعے طلبا میں تحریک پاکستان کے میدان کار میں اترنے کا جذبہ ابھرا تھا۔

انھوں نے اخبار نویسی اور کالم نگاری میں بڑا نام پایا۔ انگریزی اخباروں میں سے سول اینڈ ملٹری گزٹ، ڈان اور پاکستان ٹائمز میں رپورٹر اور چیف رپورٹر کی حیثیت سے طویل عرصے تک کام کیا اور حصول پاکستان کے سلسلے میں مسلم لیگ کے نقطہ نظر کی وضاحت کی اور اسے لوگوں تک پہنچایا۔ اردو اخبارات میں سے "نوائے وقت" میں خوب لکھا اور بہت لکھا۔ ان کا کالم ہر حلقے میں شوق اور دلچسپی سے پڑھا جاتا تھا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قیام پاکستان سے کچھ عرصہ بعد چند دوستوں کے ساتھ مل کر انھوں نے ہفت روزہ "اقدام" جاری کیا تھا،اس میں وہ اپنے کالم "لاہور کی ڈائری" میں ملکی سیاسیات کے بعض ایسے خفیہ گوشوں کی نشان دہی کر جاتے تھے،جن تک ہر اخبار نویس کی نگاہ نہیں پہنچ سکتی تھی۔

آزادی سے قبل متحدہ ہندوستان میں پارسی، انگریز اور ہندو اخبار نویس ایک خاص اسلوب سے صحافتی میدان میں سر گرم عمل تھے،ان کا مقابلہ کرنا کوئی معمولی بات نہ تھی، م۔ش نے اس دور میں بڑی محنت سے کام کیا اور اپنی بات پورے زور اور موثر طریقے سے لوگوں تک پہنچاتے رہے۔

وہ ضلع جالندھر کی ارائیں برادری کے ایک نسبتاً غریب خاندان سے تعلق رکھتے تھے، لیکن اللہ نے ان پر بڑا کرم کیا اور انھیں بڑی شہرت سے نوازا اور ان کا سن ولادت ۱۹۱۴ء ہے۔

۱۹۵۱ء میں میاں محمد شفیع نے ضلع اوکاڑہ کی ایک دیہاتی (مہاجر) سیٹ سے مسلم لیگ کے ٹکٹ پر انتخاب لڑا اور کامیاب ہوئے۔یہ ان کی زندگی کی پہلی اور آخری انتخابی کامیابی تھی۔ لیکن ۱۹۵۳ء میں تحریک تحفظ ختم نبوت کے موقعے پر جب پنجاب میں مارشل لاء نافذ کیا گیا اور ممتاز دولتانہ کی حکومت ختم کر کے فیروز خان نون کو وزیر اعلی بنایا گیا تو میاں صاحب مسلم لیگ یعنی حزب اقتدار کو چھوڑ کر جناح مسلم لیگ میں شامل ہو گئے تھے، جسے ممدوٹ گروپ کہا جاتا تھا۔ پنجاب اسمبلی کی یہ اپوزیشن پارٹی تھی جو گیارہ افراد پر مشتمل تھی میاں عبدالباری اور مولانا داؤد غزنوی کا تعلق پہلے ہی سے جناح مسلم لیگ سے تھا اور وہ اسی کے ٹکٹ پر کامیاب ہو کر اسمبلی میں پہنچے تھے۔ اپوزیشن میں دو غیر مسلم بھی شامل تھے اور وہ تھے مسٹر سی ای گبن اور مسٹر سنگھا۔میاں محمد شفیع حزب اختلاف میں آئے تو انھیں اس کا سیکرٹری جنرل بنا دیا گیا تھا۔میاں صاحب کا سیاسی کردار ملاحظہ ہو کہ لوگ حزب اقتدار کی طرف دوڑتے ہیں اور وہ حزب اقتدار کو چھوڑ کر حزب اختلاف میں جا بیٹھے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہیں، جب کہ انھی دنوں حکومت کی تبدیلی کے ساتھ ہی حزب اختلاف کے کئی ارکان حزب اقتدار میں چلے گئے تھے۔

۱۹۵۸ء کے مارشل لاء کے بعد ایوبی دور میں بنیادی جمہوریتوں یعنی بی ڈی سسٹم کے تحت ۱۹۶۲ء میں انتخابات ہوئے تو میاں صاحب نے پھر اوکاڑہ سے الیکشن لڑا۔ مجھے یاد ہے ان دنوں وہ مولانا داؤد غزنوی کے پاس آئے اور کہا کہ وہ اپنی جماعت کے بی ڈی ممبروں سے کہیں کہ وہ انھیں ووٹ دیں، چنانچہ مولانا نے مولانا معین الدین لکھوی کے نام خط لکھا، جس کے یہ الفاظ میرے ذہن میں محفوظ ہیں۔

"میاں محمد شفیع اسمبلی کے شیر ہیں، ان کی مدد سے گریز نہ کیا جائے۔"

میاں صاحب اس انتخاب میں کامیاب نہیں ہو سکے تھے اور وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ "میں سکہ بند ارائیں ہوں لیکن اس حلقے میں ارائیں برادری نے میری مخالفت کی۔"

جن حضرات نے ان کی مخالفت کی تھی، ان کے نام بھی وہ لیا کرتے تھے۔

ان سطور کے راقم کا تقریباً چالیس برس سے میاں صاحب کے ساتھ میل جول تھا، جب اور جہاں ملاقات ہوتی بڑی شفقت سے پیش آتے۔ کبھی کبھار ادارہ ثقافت اسلامیہ کے دفتر بھی تشریف لے آتے تھے۔ مجھ سے پنجابی میں گفتگو کرتے تھے اور بے تکلفانہ لہجے میں ہمیشہ صیغہ واحد سے پکارتے تھے۔ "تیرا کی حال اے"۔ اج کل کی کر رہیاں ایں" ۔ "توں ملدا کیوں نئیں؟" لیکن میرا کسی سے تعارف کراتے تو اتنا عالم فاضل بنا دیتے کہ مجھے شرم آنے لگتی۔

ایک مرتبہ انھوں نے اپنی "چند کمزوریاں" بیان کیں اور کہا کہ سیاسیات میں وہ مسلم لیگی کو غیر مسلم لیگی پر ترجیح دیتے ہیں، فقہی مسلک میں احناف کے بریلوی نقطہ نظر کے حامل ہیں اور بریلویوں کو دوسروں کی نسبت اچھا سمجھتے ہیں، ارائیں ہونے کی بنا پر ارائیں برادری سے تعلق رکھنے والوں سے زیادہ قرب کا اظہار کرتے ہیں۔ اگر ارائیں برادری کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کوئی شخص پڑھا لکھا ہو اور غریب ہو اور ملازمت وغیرہ کے لیے کوشاں ہو تو وہ ان کے نزدیک زیادہ ہمدردی کا مستحق ہے۔

میں نے کہا میرے نزدیک تو یہ کمزوری نہیں ہے۔ اپنی برادری اور رشتے داروں سے بہتر سلوک روا رکھنا اور ان کے احترام و وقار میں اضافے کے لیے کوشاں ہونا، صلہ رحمی میں داخل اور قرآن و سنت کے عین مطابق ہے۔ اسی طرح اپنے ہم خیال اور ہم مسلک لوگوں کی عزت کرنا اور ان کے لیے ہمدردی کے جذبات رکھنا بھی اچھی بات ہے۔ اس سے باہمی تعلقات بڑھتے ہیں، آپس کے روابط مضبوط ہوتے ہیں اور ایک دوسرے سے خیر خواہی کے داعیوں میں استحکام پیدا ہوتا ہے۔ یہ احتیاط البتہ ہونی چاہیے کہ کسی دوسرے کو اس سے تکلیف نہ پہنچے اور اس کی حق تلفی نہ ہو۔

اپنے فقہی مسلک کی بات انھوں نے ایک مرتبہ مولانا سید داؤد غزنوی سے ان الفاظ میں کی کہ وہ اہل سنت والجماعت میں بریلوی مکتب فکر کے پیرو ہیں اور اس لحاظ سے دیوبندی مکتب فکر کے کسی حد تک ناقد ہیں۔ مولانا نے ان کو اپنے انداز میں انتہائی شفقت سے یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ دیوبندی حضرات بھی اسی طرح مسلک امام ابوحنیفہ کے پیرو ہیں جس طرح بریلوی حضرات ان کے مقلد اور پیرو ہیں۔

۱۹۶۱ء کی بات ہے کہ میاں محمد شفیع کے ہفت روزہ "اقدام" میں ایک مشہور مصنف (ملک شیر محمد اعوان) نے مولانا اسماعیل شہید دہلوی اور جماعت مجاہدین کے بارے میں کچھ ایسی باتیں لکھیں جو میرے نزدیک صحیح نہ تھیں، میں نے "اقدام" ہی میں اس کا جواب دیا۔ اس کے بعد اس موضوع پر ایک بحث شروع ہو گئی۔ انھوں نے بھی لکھا اور میں نے بھی لکھا۔ کئی ہفتے یہ بحث جاری رہی۔ میں اس زمانے میں ہفت روزہ "الاعتصام" کا ایڈیٹر تھا۔ ایک دن مولانا داؤد غزنوی نے میاں محمد شفیع کو اپنے ہاں بلایا اور مجھے بھی حاضر ہونے کا حکم دیا۔ مجھے ارشاد فرمایا، آپ اس موضوع پر لکھنا بند کر دیں۔ اور میاں صاحب سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہا کہ آپ آئندہ اس قسم کا کوئی مضمون شائع نہ کریں۔ اس طرح یہ بحث ختم ہو گئی۔

میاں محمد شفیع دلچسپ آدمی تھے۔ بہت سالوں کی بات ہے، وہ ایک وفد کے ساتھ چند اسلامی ملکوں کے دورے پر گئے۔ اس وفد کے سربراہ کشمیر کے میر واعظ مولانا محمد یوسف مرحوم تھے۔ وفد کا مقصد غالباً کشمیر کے مسئلے سے متعلق اسلامی ممالک کے سربراہوں اور سرکردہ لوگوں کو پاکستان کے موقف سے آگاہ کرنا تھا۔ اس سفر میں کسی خاص تاثر کی بنا پر میاں صاحب نے داڑھی رکھ لی اور واپس آ کر شلوار قمیض اور شیروانی پہننے لگے۔ داڑھی بالکل سفید تھی۔ کچھ عرصہ اسی شکل و ہیئت میں رہے، بعدازاں پھر پہلی حالت میں آ گئے تھے، یعنی سردیوں میں انگریزی سوٹ اور ٹائی۔ گرمیوں میں پینٹ بوشرٹ۔ وہ سدا بہار قسم کے آدمی تھے، لیکن اب بیماری کی وجہ سے چہرے پر کچھ کمزوری کے آثار ابھر آئے تھے۔

علما میں مولانا محمد حنیف ندوی کے وہ بہت مداح تھے اور ان کے پاس ان کا آنا جانا تھا۔ ۱۲۔ جولائی ۱۹۸۷ء کو مولانا فوت ہوئے تو وہ جنازے میں شریک نہیں تھے۔ چار پانچ روز بعد ادارہ ثقافت اسلامیہ کے دفتر آئے اور آتے ہی مجھ سے بغل گیر ہو کر اونچی آواز میں رونے لگے۔ کہا میں لاہور سے باہر تھا، اس لیے جنازے میں شریک نہیں ہو سکا۔ رات آیا ہوں، سوچا کہ ان کا افسوس تمھارے ساتھ ہی ہو سکتا ہے، اس لیے یہاں آ گیا ہوں۔ چند منٹ بیٹھے اور پھر بغیر کچھ کہے اٹھ کر چلے گئے۔

وہ بڑے باہمت اور محنتی آدمی تھے۔ انھوں نے بہت لوگوں کے بارے میں لکھا اور بہت کچھ لکھا۔ لیکن خود ان کے متعلق بہت ہی کم لکھا گیا۔ کسی اخبار میں کوئی ایسا مضمون شائع نہیں ہوا، جس سے ان کی ابتدائی زندگی کے حالات کا پتا چل سکے، ان کے زمانہ طالب علمی کے کوائف لوگوں کے سامنے آ سکیں، ان کی صحافتی سرگرمیوں کے اہم واقعات سے آگہی حاصل ہو سکے اور تحریک پاکستان میں انھوں نے جس انداز سے کام کیا اس کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ضروری گوشوں کی وضاحت ہوسکے۔ ان کی زندگی جس میدان میں گزری اور جن ساتھیوں میں گزری، ان میں کسی کو ان کے بارے میں تفصیل بیان کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ بعض کالم نگاروں نے چند ادھر ادھر کی باتیں کیں اور معاملہ ختم۔ تحریک پاکستان میں ان کا جو کردار تھا، اس کے چند پہلوؤں کی نشان دہی کر دی جاتی تو اس میں کون سی گناہ کی بات تھی؟ افسوس ہے، ان پر کوئی معلوماتی مضمون اشاعت پذیر نہیں ہوا۔ ہر شخص کا ہر شخص کے بارے میں ایک نقطہ نظر ہوتا ہے، جس کی وجہ اس کا ذاتی علم بھی ہوسکتا ہے اور ذہنی رجحان بھی۔ میاں محمد شفیع کے بارے میں جہاں تک میں جانتا ہوں، ان کی خوبیوں کا پلڑا بھاری تھا اور وہ نہایت مخلص اور سب کے ہمدرد تھے۔ ان کی موت کے ساتھ ہی ہماری گزشتہ دور کی صحافت کا ایک اہم باب ختم ہو گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

دعا ہے اللہ تعالی مرحوم کی لغزشیں معاف فرمائے اور انھیں جنت میں جگہ عطا فرمائے۔

© rasailojaraid.com